© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اس اشاعت میں مولانا سندھی کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کا ایک بیان قارئین کرام کی نظر سے گذریگا جو بعض اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ مولانا سندھی اور مولانا مدنی دونوں ایک ہی مادر درس گاہ کے فرزندان جلیل اور ایک ہی استاد حضرت شیخ الہندؒ کے خاص الخاص تلامذہ ہیں۔ پھر مولانا مدنی کی نسبت ہر موافق و مخالف کو یہ تسلیم ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کسی ادنیٰ درجہ کی مداہنت یا رواداری کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس بنا پر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا مدنی سے زیادہ کسی اور کو یہ حق نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ غالب کے لفظوں میں اس کا اعلان کرتے۔

غالب کو برا کہتے ہو اچھا مرے آگے	ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا

مولانا سندھی کی حیاتِ جدوجہد کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ تین ادوار پر مشتمل نظر آئیگی پہلا دور دار العلوم دیوبند میں طالب علمی سے شروع ہو کر ہندوستان میں قیام تک پرختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا دور حضرت شیخ الہندؒ کے ایما سے افغانستان کے لئے روانگی سے شروع ہوتا ہے اور قیامِ حجاز پر ختم ہوتا ہے۔ تیسرا دور آخری دور ہے جو ایک عرصہ دراز کی جلاوطنی کے بعد ورودِ ہندوستان سے شروع ہوتا ہے اور مولانا کی زندگی کے ساتھ وہ بھی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے دو دوروں کی نسبت مولانا نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قدر جامع، مکمل اور بصیرت افروز ہے کہ ہمارے خیال میں کسی اور کے لئے اس سے زیادہ کہنا مشکل ہے۔ بیان کے اس حصہ میں مولانا مدنی نے مولانا سندھی کی ذہانت و فطانت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلند کیرکٹر اعلیٰ نصب العین زندگی۔ اس نصب العین کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے گریز نہ کرنا۔ خلوص وللّٰہیت بے غرضی اور بے نفسی۔ حق کے لئے انتہائی جرأت و دلیری، ذہنی اور دماغی بلندی، روحانی اور اخلاقی کمالات، غرض یہ ہے کہ ایک ایک چیز کی نسبت مولانا نے پورے انشراحِ خاطر اور اطمینانِ قلب کے ساتھ اپنے مشاہدات و محسوسات کو بیان کیا ہے اس سے ان لوگوں کی کھلی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مولانا سندھی سے توار بابِ دیوبند ان کے خیالات کی وجہ سے اسی وقت کھٹک گئے تھے جبکہ مولانا ابھی دیوبند ہی میں تشریف رکھتے تھے اور ساتھ ہی ان کی بھی تردید ہوتی ہے جو فرماتے ہیں کہ مولانا کا نصب العین اعلاءِ کلمۃ اللہ یا اسلام کی سربلندی نہیں۔ بلکہ ان کی تمام جد وجہد کا مقصد قومیت پرستی اور وطن پرستی تھا۔ بیان کے اس حصہ میں مولانا نے مولانا سندھی کے کارنامہائے عزیمت و جہاد کی داد اسی کشادہ دلی سے دی ہے جیسا کہ ایک منصف سپاہی اپنے دوسرے شریکِ جنگ سپاہی کو اس کی بہادری کی داد دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"وطن اور مذہب کی آزادی کے لئے اور بھی متعدد اشخاص نے مشکلات اور مصائب جھیلی ہیں مگر مولانا عبید اللہ مرحوم کی سی مشکلات کس نے جھیلیں! اگر غور کیا جائے تو پہاڑ اور ذرہ کا فرق پایا جائیگا۔"

اس موقع پر ہم ایک اور شہادت بہم پہنچانی چاہتے ہیں۔ ۱۳۲۸ء میں جبکہ مولانا سندھی حجاز میں مقیم تھے۔ ہمارے رفیقِ کار مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی حج کے لئے روانہ ہونے لگے اور حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر رقت آمیز آواز سے فرمایا

"بھئی! مکہ میں مولانا عبید اللہ صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور یہ پیام پہنچا دینا کہ آپ کے قیام دیوبند کے زمانہ میں میں آپ کے لئے باعثِ تکلیف بنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وقت مجھکو اصل حالات کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ اب احساس ہوا ہے اور اصل حقیقت معلوم ہوئی ہے تو مجھکو بڑی ندامت اور انفعال ہے، اب میں یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کوئی ملال نہیں ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اب آپ میری جانب سے کوئی تکدر نہ رکھیں گے۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنی کے بعد ہندوستان واپس آنے تک مولانا سندھی کے متعلق جماعتِ دیوبند کے اکابر کس درجہ پُر از عظمت جذباتِ احترام و عقیدت رکھتے تھے

اب رہا مولانا سندھی کی زندگی کا تیسرا دور تو اس کے متعلق مولانا مدنی نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ مصائب و آلام پیہم کا شکار ہونے کے باعث مولانا کا مزاج اور دل و دماغ غیر متوازن ہو گئے تھے اور دوسرے یہ کہ مولانا نے لوگوں سے درخواست کی ہے کہ وہ مولانا سندھی کے افکار کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک کہ وہ انھیں قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے مسلکِ قویم پر نہ پرکھ لیں۔

جہاں تک دوسری چیز کا تعلق ہے ممکن ہے وہ کسی کو ناگوار ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ اول تو اس میں مولانا سندھی کی ہی کیا خصوصیت ہے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا ولی اللہ بھی کوئی ایسا نہیں ہے جس کی بات محض اس لئے قابلِ قبول ہو کہ وہ اس کی زبان سے نکلی ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ پھر مولانا سندھی کا معاملہ تو یہ ہے کہ مولانا نے خود اپنے قلم سے بہت کم لکھا ہے جو چیزیں آج ان کے نام سے شائع ہو رہی ہیں وہ زیادہ تر وہی ہیں جو مولانا نے املا کرائی ہیں یا جو لوگوں نے مولانا کی تقریر سُنکر خود قلمبند کی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جیسا کہ مولانا حسین احمد صاحب فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ان کے قابل اور غیر معمولی دماغ سے اس آخری دور میں بھی جبکہ وہ مصائب کی بوقلمونیوں کا شکار ہو چکا تھا برسہا برس کی جدوجہد اور اعلیٰ استعداد کی بنا پر ایسے سیاسی اور نظری حقائق ظہور پذیر ہوتے رہے جو اہلِ فکر کے لئے دعوتِ فکر و نظر کا سامان تھے۔ ان سے اصحابِ فہم حضرات اصولی طور پر پرکھ کر صحیح نتائج کا استخراج کر سکتے ہیں۔"

مولانا کے افکار نہایت بلند ہوتے تھے مگر افسوس ہے کہ افکار جتنے بلند تھے اس کے مطابق مولانا تحریر اور تقریر پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ مولانا نے کہا کچھ اور ہو اور مستملی حضرات نے اس کا کچھ اور مطلب سمجھکر اسے اپنے الفاظ میں پیش کر دیا ہو بہرحال ان چیزوں کے پیشِ نظر مولانا مدنی کے لئے یہ کہنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ مولانا سندھی کے بلند نصب العین اور ان کی بلند شخصیت کا کما حقہٗ احترام کرتے ہوئے اربابِ فہم کو چاہیے کہ ہر وہ چیز جو مولانا سے منسوب ہو کر شائع ہو اس کو یونہی قبول نہ کر لیں بلکہ اس کو قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کے مسلکِ قویم پر پرکھنے کے بعد قبول کریں علاوہ بریں واقعہ یہ بھی ہے کہ اب تک جو چیزیں مولانا سندھی کے نام سے شائع ہو چکی ہیں انھیں پر بس نہیں ہے بلکہ مولانا کی تحریروں، تقریروں اور افادات واملاء کا ایک بڑا ذخیرہ ہے جو اب تک غیر مطبوعہ ہے اور لوگوں کے پاس محفوظ ہے جو تدریجی طور پر شائع ہوتا رہیگا۔ اسی بنا پر مولانا مدنی کیا کوئی شخص بھی اس بات کا ذمہ نہیں لے سکتا کہ اب تک مولانا سندھی کے نام سے جو چیزیں چھپ چکی ہیں یا آئندہ چھپتی رہیں گی وہ سب برحق ہیں اور ان کو تنقید کے بغیر من وعن قبول کر لیا جائے۔ اس طرح کا ذمہ تو مولانا سندھی کیا دنیا کے بڑے سے بڑے ولی کامل کی نسبت بھی نہیں لیا جا سکتا اس بنا پر مولانا سندھی کے آخری دور سے متعلق مولانا مدنی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے ہمارے خیال میں بالکل مناسب اور معقول ہے۔ اس پر کسی مخالف یا موافق کو برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب رہی دماغ اور دل کے عدم توازن کی بات اتو اس پر کسی کو اچنبھا نہیں ہونا چاہیئے علامہ ابنِ حزم ظاہری جن کے کلام میں بے انتہا شدت اور تیز بیانی پائی جاتی ہے ان کے متعلق بھی ان کے سوانح نگاروں نے لکھدیا ہے کہ ان کا جگر خراب تھا۔ اس لئے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوگیا تھا۔ پس جیسا کہ مولانا مدنی فرماتے ہیں۔ اگر مولانا سندھی کے مزاج میں بھی پیہم آلام و مصائب کے باعث تغیر و تبدل پیدا ہوگیا اور ان کی سنجیدگی و متانت، تیز طبعی، اور حدتِ مزاجی سے بدل گئی تو اس سے ان کی بلند شخصیت اور اعلیٰ کیرکٹر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس کا خود مولانا مدنی نے بھی اعتراف کیا ہے۔

کاغذ کی دشواریوں کے باعث برہان آج کل ۶۴ صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔ اس بنا پر افسوس ہے کہ ہم تبصروں کے لئے زیادہ صفحات نہیں دے سکتے۔ اور دفتر میں کتبِ موصولہ برائے تبصرہ کا اتنا انبار لگ گیا ہے کہ پوری ایک الماری بھر گئی ہے۔ ناشرین و مرسلین کتب سے درخواست ہے کہ جب آپ کی کتاب دفتر میں پہنچ گئی ہے تو آپ اطمینان رکھیں اس پر تبصرہ ضرور ہوگا البتہ ان کی توقع کے خلاف تبصرہ شائع ہونے میں اگر زیادہ دیر ہو جائے تو ازراہِ کرم اس کا شکوہ نہ کریں۔ ہم برہان کی تنگ دامانی کے باعث اپنے پاس اس قسم کی شکایتوں کا کوئی علاج نہیں رکھتے۔ پھر اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو کتابیں خالص علمی ہوں یا کسی اہم موضوع پر لکھی گئی ہوں، ان پر تبصرہ ہونے میں اور بھی دیر ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com